چند لمحات ''محسن اہل حدیث'' کی معیت میں

محمد احمد سلفی جامعہ سلفیہ

قریباً دو برس قبل کی بات ہے جب ہم ''سنن ابی داؤد'' پڑھنے کے لیے استاد محترم فضیلۃ الشیخ مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی حفظہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں زانوئے تلمذ تھے۔ دوران تدریس ان کی پر اشفاق واشتیاق خواہش پر تحصیل ورثہ نبوت کے لئے ان کے گاؤں جانے کا اتفاق ہوا۔ بخارا سے حجاز اور حجاز سے عراق' محدثین کے عہد زریں کو تازگی بخشتا میر پور شاہکوٹ کا یہ سفر اور طلب حدیث کے لئے در استاذ پہ حاضری ہم سیاہ کاروں کے لئے باعث سعادت تھی۔ حقیقی امر ہے کہ تعلم حدیث میں جو کیف ولذت وہاں ملی اس کی تاثیر ابھی تک محسوس ہوتی ہے۔ بہر حال یہ روح پرور دو روزہ تقریب اپنے اختتامی مراحل میں تھی کہ ایک عمر رسیدہ بزرگ استاد محترم کے ہمراہ مسجد میر پور میں داخل ہوئے۔ ہمہ جہت سے چاندی میں گھرا ہوا' حوادثات زمانہ سے طویل وابستگی کا شکوہ کرتا پُر شکوہ چہرہ' لبوں پہ تبسم' قدرے خمیدہ کمر' بدن نحیف پر' نہایت معمولی لباس زیب تن کیے ہوئے۔ مولانا اسحاق بھٹی صاحب؛۔ ہم جلیس کی آواز نے چند لمحات کے لئے میرے حواس کو ساکت وساقط کر دیا' کہ اتنی نہیب و نامور ہستی اور یہ عالم سادگی۔ گویا فاقتِ اسلاف کا رنگ نمایاں جھلک رہا تھا۔ اگر چہ ان کے قلم سے میرا ناطہ پُرانا تھا' مگر اتنی شہیر وشاہکار کتب میں اظہار عجز محض حسن تحریر معلوم ہوتا تھا۔ اب ان کی وضع قطع میں یہ سادگی دیکھ کر اپنی کم ظرفی کا احساس ہوا کہ مولانا کی شخصیت میں تو بہروپیت وتصنع کا شائبہ تک نہیں۔ حقیقتاً ایسا درویش صفت انسان جو اس عہد مادیت پرستی میں بھی روحانیت کی خاموش جنگ لڑ رہا ہے' گویا۔

حالی سے مل کر ایسا لگا......

''کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں''

ادائیگی جمعہ کے فوری بعد بڑے ذوق سے سلام کرنے کی غرض سے ان کے پاس گیا۔

مگر اس قرین غزنوی و سلفی کی عجب وضع داری نے قربت کی مزید راہیں ہموار کر دیں۔ بعد از سلام گفتگو کا حوصلہ بھی پیدا ہوا تحریک آزادی میں علماء اہلحدیث کے کردار کے حوالے سے ان سے ملنے کے بارے میں عزیزم افضل سے اکثر تذکرہ ہوتا رہتا تھا مگر میری حرماں نصیبی کہ بالاستیعاب مل کر استفادہ کا موقع ملا اور نہ ہی اس سنہری موقع پر تاریخی حوالے سے کچھ فیض حاصل کر سکا۔

''کہ مجھے شکوہ کوتاہی داماں ہی رہا''

اس کے بعد ادارہ تحفظ افکار اسلام میر پور شاہکوٹ کی جانب سے ہدیہ کی جانے والی کتب' مصنف کتب کثیرہ نے اپنے دست شفقت سے طلبہ میں تقسیم فرمائیں۔ اور موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عصر حاضر میں مکتبوں کی کارکردگی پر خوب تبصرہ کیا۔ بعد از نماز عصر اس سکینت آور مجلس کے اختتامی کلمات کہنے کا شرف اس فقیر ناتواں کو حاصل ہوا۔ آخر پر بھٹی صاحبؒ نے اپنے جگ بیتے تجربات کی روشنی میں طلبہ کو پند و نصائح فرمائیں اور دو روزہ یہ ایمان افروز دورہ اختتام پذیر ہوا۔

دوسری مرتبہ مولاناؒ سے ملاقات کا موقع اپنی مادر علمی جامعہ سلفیہ میں ان کے اعزاز میں رکھی گئی تقریب میں ملا۔ اس عدیم النظیر شخصیت کی جامعہ آمد پر چوہدری محمد یٰسین ظفر صاحب پرنسپل جامعہ سلفیہ نے کلمات ترحیبی کہے۔ اور ان کا تعارف کرواتے ہوئے ترویج دین کے لئے ان کی بناطمع تگ و تاز پر خراج تحسین پیش کیا اور اس قرآن و سنت کے قدرداں اور علمائے اہلحدیث کے غزل خواں کی گراں خدمات کو سراہتے ہوئے فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالعزیز علوی صاحب' حافظ مسعود عالم صاحب' مولانا ارشاد الحق اثری صاحب' مولانا یوسف انور صاحب اور حافظ عبدالاعلیٰ درانی حفظہم اللہ جمیع احباب نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ پھر بھٹی صاحب نے جامعہ سلفیہ کے متعلق تاریخی معلومات سے آگاہ فرمایا۔ اس موقع پر ادارہ کی جانب سے تحریری مقابلہ میں شریک طلبہ کے لئے انعامات کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ دوسری مرتبہ مولانا کے دستِ شفقت سے انعام کی سعادت حاصل کرنے گیا تو نام کے ساتھ سلفی لگانے پر انہوں نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

پر وقار اس تقریب کے اختتام کے بعد چند گھڑیاں جامعہ سلفیہ کے پارک میں اس بقیۃ السلف کے ہمراہ گزارنے کا موقع ملا جو یادگار اور آخری ملاقات ثابت ہوئی اس کے بعد ان کی زیارت ان کے آبائی گاؤں ڈھیسیاں میں ہوئی۔ جب محض چہرے پہ روحانیت باقی تھی۔ روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ یہ گذشتہ امتحانات کی بات ہے جب اطلاع ملی کہ محسن اہلحدیث دار

فانی کو خیر باد کہہ گئے ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ جنازہ میں شرکت کیلئے دل مضطرب کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ جامعہ سلفیہ سے گاڑیوں کے انتظام کی خبر نے جذبات مسرت کو غم فرقت پہ غالب کردیا اور جب وہاں پہنچے تو لوگوں کا جمِ غفیر تھا۔ طالبین حدیث، شیوخ الحدیث، ذمہ داران جماعت الغرض کہ جمیع طبقات سے تعلق رکھنے والے افرادخُدا کے ہاں اس درویش کی سفارش کرنے کے لئے جمع تھے۔ گویا۔

یہ کون اُٹھا کہ دیر و کعبہ، شکستہ دل، خستہ گام پہنچے

ایک طرف حضرت مرحوم کے دیرینہ ساتھی مولانا یوسف انور صاحب اشکبار تھے تو دوسری جانب مولانا عبداللہ امجد چھتوی صاحب کے ضبط کا بندھن ٹوٹ رہا تھا۔ کہیں سے آواز آ رہی تھی۔؛ موت العالم موت العالم؛۔ کوئی کہہ رہا تھا ''ہن تاریخ کینوں پچھاں گے۔'' کہ

داغ فراق کے صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی اب خموش ہے

فضیلۃ الشیخ حافظ مسعود عالم صاحب نے رقت آمیز لہجے میں نماز جنازہ پڑھائی اور تاریخ اہلحدیث کا اک عہد ڈھیسیاں کے قبرستان میں آسودہ خاک کر دیا گیا۔

بلاشبہ مولانا مرحوم کی شخصیت جامع جہات اور جامع صفات تھی۔ سراپا عجز وسادگی بھی اور پیکر خوش طبع اور وضع داری بھی۔ انہوں نے تفسیر و حدیث پر بھی قلم کو جنبش دی اور فرید العصر و وحید الدھر خاکہ نویس بھی تھے۔ جس نفیس انداز میں علماء کو کوائف حیات انہوں نے نقل فرمائے بلاشبہ تاریخ اصحاب الحدیث ابدالآباد ان کی منت کش رہے گی۔ الغرض کہ

ہزاروں خوبیاں ایسی کہ ہر خوبی پہ دم نکلے

ان کی ذات اپنے محاسن و محامد کے اعتبار سے اک ضخیم دفتر کی محتاج ہے۔ بہت کچھ سنا، بہت کچھ پڑھا محض قلیل صحبت میں کم فہمی کی بنیاد پر ذہن میں آنیوالی چند یادوں کو ضبطِ تحریر میں لانے کی جسارت کی ہے۔ اس کج قلم میں سکت تو نہیں کہ اس عظیم المرتبت نقش نگار کی تصویر کشی کرے۔ خریدارانِ یوسفؑ کی مثل محض اظہار عقیدت کا بہانہ ہے مگر قلم ترجمانی قلب سے عاجز ہے۔ کہ

میں جو محسوس کرتا ہوں اگر تحریر ہو جائے
تو یہ مجموعہ الفاظ مرصع زلف یا زنجیر ہو جائے